بفضل صانع ارض و سماء و خلاق مکین و مکان

کتاب لاجواب از تصنیف شاعر شیرین بیان و ناظم یکتائی زمان شفقت حسین عفی عنہ
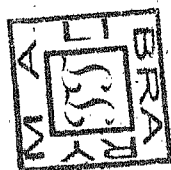
ابو المحاسن متخلص شمسی صانہ اللہ عن الشرور والحوادث

مسمے بہ

ریاض شمسی

در سنہ ۱۳۱۳ ہجری

باہتمام بلیغ اعظم جہان ناچیز محمد علیخان عفی عنہ

در مطبع عزیز دکن واقع چھتہ بازار مقبول جہان شد

بفضل خالق زمین و زمان خداوند مهربان
سنه ۱۳ ۱۳ھ
ریاض شمسی
در مطبع [illegible] مقبول جهان شد

عرضداشت بخداوند خدایگان والاشان نیر سپہر برج کامگاری قافلہ سالار

میدان جلادت حدیقہ گلشن بختیاری انجمن آرائے بارگاہ جلالت فلک

اقبال مشتری خصال شمس اجلال فرخندہ مآل آصف جاہ نظام الملک مظفر الممالک

فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر فرمانروائے اقلیم دکن ادام اللہ ملکہ

گل گلشن بخت و باغ بہار
قدمبوس ہمت ظفر ہم رکاب

سر سرفرازان عالی تبار
لقب اوسکی شوکت علم آفتاب

قمر مشعل آرا فلک بارگاہ
مشیر اوسکا اقبال و دولت وزیر

کرم سلطنت اور انجم سپاہ
خرد اوسکے ناظم عطارد دبیر

فلک اوج ہمت سے اوسکی خجل
بساط کرم سے زمین منفعل

الٰہی باقبال و جاہ و جلال — سلامت رہے تا صد و بست سال

سر افگندہ خامہ ہے تسلیم مین — مین ہیم مؤدب ہون تعظیم مین

پس از دست بستہ یہہ بیہودہ گو — بصد منت و عجز ہے عرض جو

کہ اے کوکب بخت و عشرت قرین — ہوا دام غم مین مین در بر زمین

بس اب سہتے سہتے ستم بشیار — گیا دل سے ایک بخت صبر و قرار

جگر خون و خون آہ و آہ آنکہ کی — بہا لیگئے اشک سے روشنی

مین کیا خستہ حالی کرون اب رقم — طریق مصیبت شریک الم

دلِ ناتوان پر پڑا بار سنگ — ہوا قافیہ روز مرہ کا تنگ

زبونی بخت اور قلم سخت ہے — لو قسمت کا مصرع بہی دو لخت ہے

مگر شکر ہے بعد مدت دراز — بامداد طالع ہوا سرفراز

رسائی ہوی بر درِ احتشام — کہ مقبل ہین جس در کے ادنی غلام

یقین ہو کہ بے قصد آئے مراد — کرے بخت تدبیر سے اتحاد

بس اے صاحبِ عقدِ مشکل کشا — سرافراز ہو جائے یہہ بینوا

پڑی لطف کی اس پہ اب اک نظر | کہ اوقات تا چین سے ہو بسر
ہوا جاتا ہے صبر بے تاب اب | کہ اب انتظاری میں ہوں جاں بلب
نہیں بحر افلاس میں کوئی ساتھ | وسیلہ بجز ذات رستم صفات
رہے سایۂ عاطفت میں غلام | دعاگو شہنشاہ کا ہر صبح و شام
الٰہی رکھ اونکو بگنج و حشم | باقبال و دولت بطبل و علم
حوادث زمانے سے بے غم رہے | مظفر و منصور دایم رہے
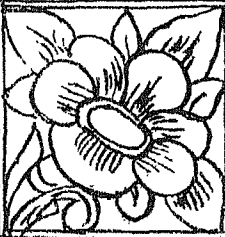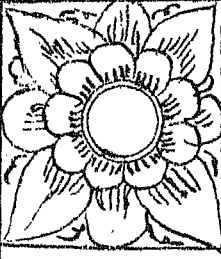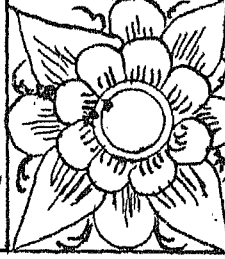
گذارندہ عرضی براز رنج و شین
غمخوار دیرین شفقت حسین
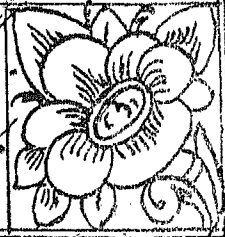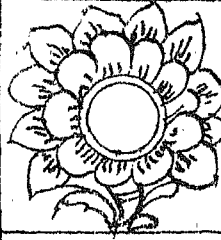
مسدس در مدح خاقان عالی گہر سلطان بحر و بر مسند آرائے تاج و دیہیم سلطان السلاطین شہنشاہ والا جاہ کیوان بارگاہ انجم سپاہ شاہ شاہان زمین فرمانروائے اقلیم دکن نظام الملک آصفجاہ میر محبوب علیخان مظفر الممالک فتح جنگ بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
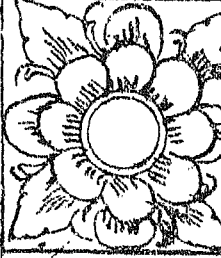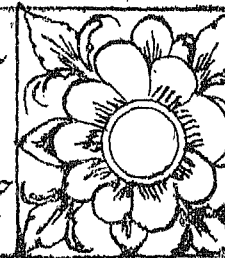
اے فکرِ رسا ملکِ سخن خسروِ اقلیم
ہو قصرِ خیالی مین بر آمد پی تعظیم

خامہ ہو بصد عجز سر افگندۂ تسلیم
مضمون مین تخصیص ہو تقریر مین تعمیم

ہو لفظ مرصع سے ادا نذر سخن کی
اب بزم مین آمد ہے شہنشاہِ دکن کی
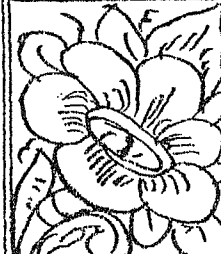
یہ بزم ہوئی غیرتِ جمشید بنی آج
ہر ساغرِ مل ساغرِ امید بنے آج

ہر زہرہ جبین صورتِ ناہید بنی آج
ہر بزم نشین مطلعِ خورشید بنے آج

ہر شمع رواں روشنیِ طور ہو جل کر
تا سنگدل و سخت بنے موم پگھل کر
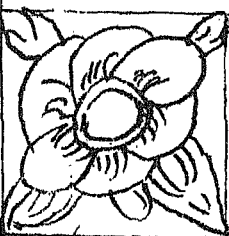
ہان مسندِ عزت پہ ہو خورشید جہانتاب
دستورِ معظم ہو قمرِ دانش اصحاب

اور شیخ اکابر بنے برجیس اولو الالباب
بہرام سپہ دار ہو یل رستم و سہراب

سر تا بفلک رایتِ اقبال کھنچا ہو
حیرت مین ہر اک صورتِ تمثال کھڑا ہو

کر طبع رسا سیر گلستان جنان کی
ہیچون تا شبیہ آج مین فردوس مکان کی

حالت وہ دکہاؤ مین شہنشاہ زمان کی
آصف سے کہ ہے شکل سلیمان جہان کی

گذرا نہ خردمند کوئی پیر و جوان سے

نادر کو مطیع اپنا کرے سیف زبان سے

اس فہم و فراست کا تو انسان نہین ملتا
انسان تو کجا ہے کوئی سلطان نہین ملتا

مفلس نہین ملتا کوئی ذیشان نہین ملتا
ڈہونڈو تو بجز آصف کے سلیمان نہین ملتا

دم بنداسی پر ہے خردمند جہان کا

دانش سے لیا کام کمان تیرہ زبان کا

اوس گلشن دانش کا یہ ذیشان شجر ہے
اوس تخم نکو کاشت کا سلطان ثمر ہے

اوس منبع الاوصاف کا خاقان گہر ہے
آصف کا یہ محبوب علی خان پسر ہے

ہان تخم و شجر سب مین ثمر ہی تو یہی ہے

پیارے ہین سبہی لوٗر نظر ہی تو یہی ہے

یہ جان جہان فخر سلاطین ہنر مند مین
پتلی ہے اگر چشم مین تو روح ہے تن مین

طوبیٰ ہی گلستان مین تو شمشاد چمن مین
محمود اگر ہند مین محبوب دکن مین

یون ظلم و ستم ہو گیا معدوم بہٹک کر
جون خار الم پائے تصور سے کہٹک کر

اقبال کمر بستہ اسی در پہ رہا ہے
خورشید چتر بن کے اسی سر پہ رہا ہی
اجلال خداوندی اسی گہر پہ رہا ہی
اور سکہ جہانگیری اسی زر پہ رہا ہی

کیا شک و شبہہ اسمین کہ یہ ظلِ الٰہ ہی
اقبال پہرا اوس سے کہ جو اِس سے پہرا ہی

ناصر ہے غریبون کا شہِ افضل و اعلیٰ
بیوا و یتیمان کا ہی پالنے والا
مان باپ کسی کا ہی کسی چاند اُجالا
ہے جاہ و حشم اسکا سکندر سے دوبالا

قایم ہے امان اس سے خرابات جہان مین
آسایش و آرام مکین کو ہی مکان مین

خورشید جہان تاب ہے یہ شاہ دل افروز
ہے خیرگی اعدا کے لئے دوست کو نوروز
شعشعہ ہے کہین اور کہین برق جہانسوز
اسکے لئے مرہم ہی تو اوسکے لئے دلدوز
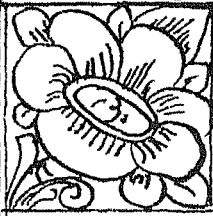
کیونکر نہ حسد ہو شہ خورشید لقا سے
جلتی ہے زبان شمع فروزان کی ضیا سے
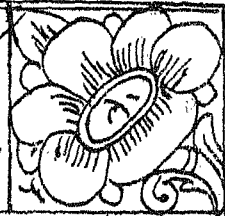
ہے فہم و فراست مین شہنشاہ یگانہ
اور نکتۂ باریک سے دانا ہو دوانا
حضرت کا سخن جلد سمجھتے نہین دانا
بالو ہین تو شیشے مین اتر جائی سیانہ

تقریر پرافسون سے مطیع اہل زبان ہون
شوریدہ اگر پیر تو گردیدہ جوان ہون
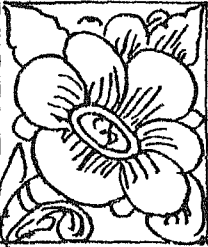
گذرا نہ جوان ایسا سلاطین جہان مین
چرچے ہون شجاعت کا بہم پیر و جوان مین
جسکا کہ تصور ہو ہر اک طبع روان مین
کندہ ہو صفت دلمین ستایش ہو زبان پہ

وہ وصف پسندیدہ کہ دشمن ہین ثناگر
ملتے ہین تواضع پہ سر عجز جھکا کر
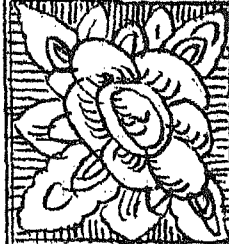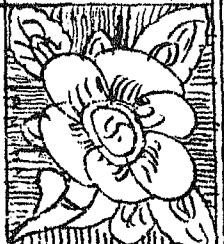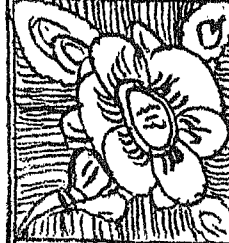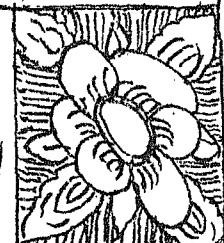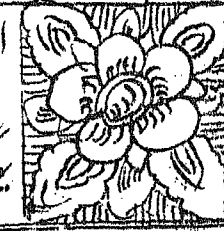
کسریٰ سے شہنشاہ کی عدالت کوئی پوچھے
عاقل سے شہنشاہ کی فراست کوئی پوچھے
حاتم سے شہنشاہ کی سخاوت کوئی پوچھے
ضیغم سے شہنشاہ کی شجاعت کوئی پوچھے

کامل ہے ہر اک فن مین استاد ہنر مین

جوہر کو پرکھ لیتے ہین بادی نظر مین

اخلاق مجسم ہے شہا منبع الاحسان
یکتا ہے مروت مین تواضع مین ہی دیشان
سلطان عرب مین ہی عجم مین یہہ ہے خاقان
جنات مین آصف ہی پرستان مین سلیمان

یہہ جاہ و حشم تو کوئی سلطان نہین دیکھا
آصف کے سوا عہد سلیمان نہین دیکھا

جب صید کا عازم ہوا سلطان سر افراز
بحری نر ہے بحر مین بر مین نر ہا باز
شاہین کا دم بند تہا کنجشک کا آواز
بس مرغ قفس روح نے قالب سے کی پرواز

اثر درین دور بند مین آنا گ رہی تھے
اور شیر بہی سایہ سے نکل بہاگ رہی تھے

گذرے کبھی سر بر شہ والا کی نظر سے
جانبر نہو بندوق شرربار اثر سے
چہاتی پہ چڑہی اور نکل آئی جگر سے
بندوق ادہر سے چلی اور جان ادہر سے

اس برق سے بید رد کو بہی درد ہوا ہے
یہہ گرم ہوئی جب کبھی تن سرد ہوا ہے

ہان دستِ شہنشاہ ہین یہہ دونالِ عجب ہے / ہر نال سے شرر بار ہے پُر پیچ و لعب ہے

یہہ لب لبی دشمن کے لیئے جان بلب ہے / بس صف شکن و شیر فگن اسکا لقب ہے

دو گھوڑے سے چڑھا کر جو یہہ چھاتی پہ چڑھی ہے

دشمن میں نہیں دم کے اجل سر پہ کھڑی ہے

جون رعد گرج جاتی ہے بجلی سے چمک کر / جنبش تو زمین کو ہوی صدمہ تو فلک پر

بے سر ہوا دشمن تو یہہ بندوق ہوی سر / ہیجان ہوا شیر تو سلطان مظفر

دو ایک قدم پیچھے یہہ چلتی ہے قضا سے

بے لاگ ہے شست اسکی ہر اک چوک خطا سے

جو اسکی مقابل ہو تو بس جان کو کھو جائے / یہہ وہ ہے شرر آگ سے بے باک یہ ہو جائے

اس شکل اجل کو جو قضا دیکھ لے سو جائے / تصویر اگر موت کو دکھلاؤ تو رو جائے

دہشت سے ہے دل انس میں جن خوف و خطر میں

خورشید میں زردی ہے سیاہی ہے قمر میں

اک شیر نکل آیا کہین کان دبا کر / بس جان بچاتا وہ چلا آنکھ بچا کر

جب چار ہوئے چشم د ہین شست ملا کر ۔۔۔ اک ضرب لگائی اُسے بندوق جما کر

گہوڑا جو گرا گولی جگر چاٹ رہی تھی
اور رشتۂ انفاس قضا کاٹ رہی تھی

بندوق جو پھر آپ نے چھاتی پہ جمائی ۔۔۔ اک شیر نیستان کو قضا گھیر کے لائی
اس آتش دو نال سے سر پھونکے کھائی ۔۔۔ جان آپ نے لی خون تو گولی کو چٹائی

انسان کو سکتہ ہے ملایک پہ غشی ہے
۱۳۱۱
بدخواہ کو ندامت ہے بہی خواہ کو خوشی ہے

بازدے شہنشاہ سے زبردست ہو کر زیر ۔۔۔ ہاں صید اسی سال ہین چودہ ہین ہوے شیر
اے شمسی گستاخ نکر زیادہ الٹ پھیر ۔۔۔ کہ ذات شہنشاہ کی توصیف سے ہے سیر

ہاں حمد و ثنا اس سے زیادہ نہین درکار
کہ حق کا وہ طالب ہے خوشامد سے ہے بیزار

صد سال سلامت بکرامت رہے یہ ذات ۔۔۔ باطبل و علم حشمت و شوکت رہے یہ ذات
باگنج و گہر افزود دولت رہے یہ ذات ۔۔۔ باعظمت و شان تا بقیامت رہے یہ ذات

نقشہ ہو اسی خاک کا سرکش کے جبین پر
اور نام شہنشاہ کا کندہ ہو نگین پر

سلطانِ سلاطین ہو اور مالکِ اقلیم
زیبندہ اورنگ ہو اور زینتِ دیہیم
پھر مرجع خلق اللہ ہو اور قابلِ تسلیم
ذی حشمت و توقیر ہو اور واجبِ تعظیم

سکہ چلے محبوب علی خانِ زمان کا -
بس شاہِ دکن رشک ہو شاہانِ جہان کا

ہاں جاہ و حشم و افسر و لشکر ہو مہیا
اکلیل و نگین خلعتِ پر زر ہو مہیا
ہو زیر نگین ملک مظفر ہو مہیا
گیتی کے لئے زینت و سرور ہو مہیا

بس مالکِ اقلیم ہو اور شاہ زمن کا
دنیا میں چلے سکہ شہنشاہِ دکن کا -

قصیدہ در مدح حضرت خاقان زمان نوشیروان دوران سریر آرای دیہیم تاج
السلاطین آصف جاہ نظام الملک ثانی مظفر الممالک فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر
لازال شمس اقبالہ طالعۃ و سیفہ ساطعۃ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

مسند آرای جهان گشت مرهم خاطر فگار
خستگان را مژده باشد که بهار آمد بهار

سرو قد فولاد تن آهن جگر فرخ نهاد
لشکر و سپاهیان بینند که سوار آمد سوار

جوهر از سروانگی خیره شد دست و تیر گشت
خوان انجم از فلک بهر نثار آمد نثار

قصهٔ دریا دلی هرگز نگنجد در قیاس
که از آن قطرهٔ دریا بی‌شمار آمد شمار

صولت مدحت چنان در خاطرم افتاده است
که مضامین صف کشیده چون قطار آمد قطار

بارک الله منبع الاحسان و اخلاق کرم
ذات والا نسبت جای هزار آمد هزار

مهر اخلاق صفاتت برگذشت از اوج شان
شهرهٔ آفاق تو در هر دیار آمد دیار

هیچ شک در دل ندارم که تو ی فریادرس
چون خروشم که ببین حاجت برآر آمد برآر

کس شنود این حکایت بر پلی دیدار تو
مثل سیماب بخاطر بی‌قرار آمد قرار

گر بگوش جنگجو نعرهٔ رعد آسا رسد
پای به سر تا سپاره اش فرار آمد فرار

یا الهی آن شه ذیجاه درین عشرت کده
شادمان باشد بهر سال هزار آمد هزار

تیره بختی دست گیرد هر کسی خواه او است
مهر انور طالع او چون نهار آمد نهار

شمه‌ای این چه گفتار پریشان سنبل
لیک داری دهشته شاید بکار آمد بکار

غزل

سراسر مکر ہی حسن اوس رخ نیرنگ فن کا / یہی دلبر ہوا ہی پیشوا گمراہ مدفن کا

سکے عاقل ہزاروں سامنے مجنون کے ہو آخر / یہہ ادنی شعبدہ تہا اوس پری کے سحر چشمونکا

عجائب عشق ہی گل خوبرو فائت کا کرین دعوی / کرلالا ہی غم مین ہو کبودی رنگ سوسن کا

ادہر تو سخت جانی ہی ادہر ہے سنگدل جانان / اثر دل جگر بہی عالم سوز ہی ان سنگ آہن کا

اجل بہی ہم ستم کش بدنصیبو نسے گریزان ہے / لیا تہا سیف ابرو نے مارے ہوا ہی قتل دشمن کا

یہہ کالے جعد عنبر کے اثر سنبل کا رکہتے ہین / نہین ہرگز اترتا ہی چڑہا یہہ زہر ناگن کا

کہان تہی بخت یہہ کہ کشتہ پاسخ فنا ملتی / ہوا پامال یہہ بدبخت اونکی نعل توسن کا

ہوے ابروئی شمشیر آب تشنہ کتنے کب مسلمان تہے / ابہی کل کا تھے تھی اشلوک ہندو بت برہمن کا

غزل

جب سے عاشق ہو گیا ہون اوس رخ ماہتاب کا / رشک خورشید جہان ہون وہ الم احباب کا

جام دے ساقی لبالب وہ مئے لعل ناب کا / منکشف ہوتا نشے مین حال ہے خواب کا

کھلے نہ کلے مضامین اس پریشان بحر سے / سطر جس کی بال ہو اور ہو صفحہ آب کا

لا الٰہ انت جب ہمارے پی لیا جام فنا / شیخ تو سب سے چکے اب کل سفر ہے شتاب کا

یہ کہ طلسم حسن ہی بیمار اس کا ہے جنون
تا بمحشر خاک یہ تڑپیگا داخل باب کا

اشکریزانی ہے مری گوہر فشانی دوستو
اند لون اخوان بنا ہون جن بلاغت تاب کا

عشک تیری سے نہ ہوش آیا مریض عشق کو
ہیچ کیا جانے مسیحا غش ہی سنبل تاب کا

ضمیمہ حکمت شرع الفت بیان ہے بحر مین
یہ سخن تاج سخن ہے گوہر زبان نایاب کا

غزل

سوز دل مرہم سے کبھی سے فروزان ہوگیا
جب ہوا کا زور بیجا نار جوشان ہوگیا

سوختہ دل کی ترے جب اٹھی ہی آہ دل
دود شب مین خوف سے سورج بھی پنہان ہو گیا

جب لکھی مین نے صفت کچھ زلف پیچاں کی تری
باغ مین پھر رشک سے سنبل پریشان ہوگیا

کیا غضب ہی پیچ کاکل گھات دل نہ چل سکے
کیسے بل کھاتے ہوئے دانان بھی نادان ہوگیا

اس لبون لبوں کے عاشق تھا تمہارا جان لب
ہای آخر آج پر حسرت دا رمان ہوگیا

ایسے تپک سے جو غم ہجر الم سے ای صنم
دیکھ کر دریا بھی سر در گریبان ہوگیا

اے جو راہ عشق مین گل کے یہ حالت مری
کیسا فکر گور کا دنیا کا جہان ہوگیا

خط عارض نے تری چھپا نہ چہرا ابر کے
[illegible] مین لا کے پہچان ہوگیا

کیون ناجی شمسی کچھ چھلکے کیسے ہو ہین عشق کے
پچھلی ٹھوکر مین اجل کا سر و سامان ہو گیا

غزل

بس اہل ناتوان کے پیچھے ہین ناز و ادا کے ہین
ہم تو اسیر پیچ ہین زلف دوتا کے ہین

الجھے ہوے جو زلف مین ہاتھ اوسکے ہین
جانے ہین ہاتھ اوسکے نہین پانے قضا کے ہین

پیوست دل طلب جو تم آئے شب وصال
ای جان من اثر یہ ہماری دعا کے ہین

ہمدم بعد مین جلتے ہین اٹھتا نہین قدم
دامن گرفتہ ہاتھ میری التجا کے ہین

سر تا بپا وہ شوخ شرارت مین ہے بھرا
باتین غضب کے ہین تو ادائین بلا کی ہین

شوخی مگر بس ایسی دل نازک سے عجیب
پابند وہ صنم بڑے شرم و حیا کے ہین

گر تیغ جو وہ ظالم شست آپ ہون تو کیا
پابند ہم بھی تو رہ صبر و رضا کے ہین

کوتاہ کر دے نہ دست تظلم کو میرے جان
عادی ستم جو ہنسنے کے خوگر جفا کے ہین

سینے پہ ہو سے جو لاکہ تو مجروح صد ہزار
اوسکے تو ناخنون مین ہنر دلربا کے ہین

پیر و صحابہ کے مقلد ہین آل کے
یہ خوبیان بس امت خیر الوریٰ کے ہین

خاموش شمسی اپنے زبان کو لگام دے
یہ یاد رکھ کہ کوئی ہون بندی خدا کے ہین

غزل

ای ساتی ئے بزم طرب ہون جان بلب بیجان مگین
اک تجھ پہ ہی غیظ و غضب ہے سبب دلدار من

ہے شادمان ہر اک بشر سرسبز ہے نخل شجر
اک مین ہون تفسیدہ جگر وابستۂ رنج و محن

ہے فیض کا چشمہ روان سیراب ہین خورد و کلان
لیکن ہین اک ہون نیمجان جسکے لب تشنہ دہن

رکہتے ہین غیراب سیم و زر ہین مالک گنج و گہر
ہم پھر رہے ہین دربدر محتاج ہین اہل وطن

اردو پڑہے ہین سروار ہی ہر کام مین ہشیار ہین
یان فارسی سب بے کار ہی عربی تو ہی مشق کہن

جو لوگ ہین ذی تعبیر و جاہ قانون ہین ہین دستگاہ
جن کی ہے کچھ حالت تباہ کیا جانتی ہین علم و فن

حالت لکھی ہے سر بسر ہے آپکے پیش نظر
ہے عرض جو کچھ او سے گر دیکھین یا سلطان دکن

غزل

واہ کیا طلعت دلکش ہے و ساحر چتون
ناز و انداز نرالے ہین دوبالا جوبن

ابھی معمار فصاحت کا بانا ہے صدفن
ناوک انداز ترے ہووین جو چشم پرفن

قتل لاکہونکو کیا تو نے دلا کہون کو اسیر
زلف و وتا تری مکار ہین آنکہین رہزن

دم گلگشت نظر گل سے ہوئی جو دو چار
تو طپانچون سے ادہکے ہوئی نیلی سوسن

جسقدر جی مین آئی تیرے ستانے ظالم
دن قیامت کے مرا ہاتھ ہے تیرا دامن

تو صد گر موج بلا طلم جوش زن ہے اشک
ماتم تشنگی مین بیابان ہی بہہ بکار و شیون

غزل

کنارے ہوتی جاتی ہے نجات آہستہ آہستہ
بہی جاتی ہے کشتی حیات آہستہ آہستہ

نفس پہرین لیا کرتی ہے بحر نور ظلمت مین
دو دریا سے گذرتی ہے ثبات آہستہ آہستہ

بچہ ملاح قضا سوئے فنا کہتی ہے کشتی کو
کہان رہبر لئے جاتا ہے سات آہستہ آہستہ

خوشی سے عمر بڑہنے کی خبر اسکی نہین پہنچی
کہ ہمکو کہینچ لیتی ہے ممات آہستہ آہستہ

الٰہی کس مصیبت سے ہوا ہجرت کا دن آخر
کہ پہر سر پر چلی آتی ہے رات آہستہ آہستہ

جوانی ڈہل گئی شوخی سے پیری نے آگہیرا
ہمین اب لینے آئی ہے وفات آہستہ آہستہ

فنا کے مدفن پر حسرت کا پہرا بالا پیکر دیکہو
چلی جاتی ہے تشنے کی برات آہستہ آہستہ

غزل
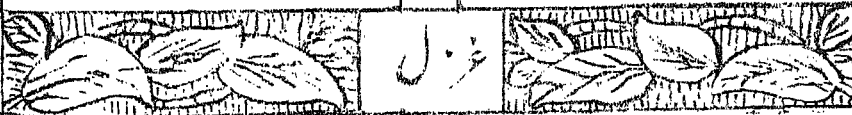
نعرہ جو کرون آہ دل ستم سے نکل جائے
گیتی کو تزلزل ہو فلک پر ڈہل جائے

حسرت کا تقاضا ہے لب گور ہو جلدی سے
امید کا کہنا ہے کہ بیمار سنبہل جائے

شعلہ ہجر ہمو کا ہے سراپا و بت ناز
سایہ جو پڑے شمع پہ فانوس مین جلجائے

سمجھا ہین منا ہین وہ کرین اونکی خوشامد
گلگشت مین گلشن کے مرا دل جو بہل جائے

اے حور لقا وای پیری کا چہرۂ گلفام
لیلی تیرے مجنون کو اگر دیکھ لے چلجائے

کس دن کی دعا مانگو ہین کس رات کو رو دن
دن حشر کا ہے رات قیامت کی جو ٹل جائے

اوس شوخ سے کہدو کہ دم نزع نہ آلے
اوس طلعت زیبا سے کہین دل نہ بہل جائے

شمسے جو ہوئی شور سیدہ سرقہ طبیعت
شستہ کہے غزل عرق ندامت مین وہ گل جائے

غزل

کیا نباہ خود غرض سے آشنائی کیجیے
درد دل کی خود غرض سے کیا دوائی کیجیے

اے دل ناداں نہ مانے کچھ بھی تو نے عقل کی
اپنے جنون مین آپ اپنے جگہ ہنسائی کیجیے

دلربا دلبین وہ دل لیتے ہیں دونون ہیں رقیب
وصل کس سے ہو بھلا کس سے جدائی کیجیے

بستۂ زنجیر الفت ہون اسیر رنج و غم
سنگدل کے در پہ کیا خاک اب رسائی کیجیے

حسن دل آویز سے مجھکو کیا تیرا اعتلام
اب برائی کیجیے یا کچھ بھلائی کیجیے

اقتدا اپنے یا نہیں جب سکر کجا ہے کیا
مسکرا کر اچھا اچھا ہے وفائی کیجیے

شمسیہ ہوتی تو ہمان اک دم بھی چلتا نہین
ہان مگر کچھ شوخی اور بیحیائی کیجیے

مجھے وہ جان بلب بھی کچھ بولے کیوں نہیں مرتے
بچھڑتے ہم سنا کرتے ہیں اپنی سخت جانی سے

مرقع حسن کا ایسا ہوا ہے بحر میں زیبا
مجھے ہے نقش نقش و رنگ ہم بہزاد و مانی سے

سنو شمسی بھلا اب تمہیں کیوں خودستائی ہے
خلل آیا ردی میں قافیہ کی تنگ سامانی سے

مسدس دربیان معراج خواجہ سرور دو عالم اشرف الانبیا فخر آدم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
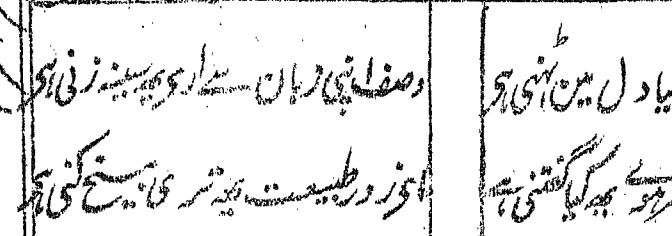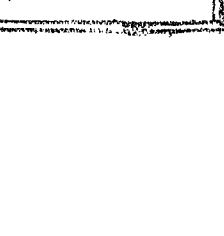
ای خامۂ اعجاز کچھ اعجاز دکھا دے
ای لعبت مضمون کچھ انداز بتا دے
اے شعلۂ الفاظ کو ہی ساز سنا دے
اے جوش طبیعت مجھے ممتاز بنا دے
تقریر فصاحت و نزاکت سے بھری ہو
سیر نہیں اگرچہ تو صورت میں پری ہو

کھنچ جائے وہ نقشہ کہ ہو مانی کو تحیر
الفاظ میں معنی ہوں وہ معنی میں تقریر
دل آئے وہ مضمون کہ ہو ہر دل کو تحسر
ہو غنچہ کی پرتو سے طبیعت کو شگفتہ
جو کچھ کہ کہوں خاطر دلگیر سے نکلا
جانکاہ ہے وہ دل سوز کہ تدبیر سے نکلا

تصنیف میں مرقع کہ ہو بہزاد بھی ششدر | گلدستۂ مضمون سے مشام جہان ہو معطر
ہر سطر میں ہو لٹکی زلف سنبل | ہر حرف درخشندہ ہو مثل مہ انور

تقریر سے جسکے غشی پیر و جوان ہوں
چپ تحسین بکیں ہو رہیں تو سکتے میں مکان ہوں

تحریر عبارت دُرِ سفتے کی لڑی ہو | تقریر سلاست کی چھٹتی پھلجھڑی ہو
معیار سخن پیش نظر ہر ایک گھڑی ہو | جب ہاتھ دعا کا اُٹھے تاثیر کھڑی ہو

اے دردِ سخن سوز ہو پتھر کے جگر میں
آنسو جو بہیں دریا ہیں تو اخگر اثر میں برسیں

اے فکرِ خیابان تو حضور میں ہو حاضر | ہر بار سخن تازہ گلوں سے ہو معطر
ہر قلم سے کھلا جا تو بوئے نافۂ اذفر | مستی میں لگیں جھومنے شمشاد و صنوبر

وہ نخل لگا دے تو گلستان جہاں میں
پھل جسکا فزا بخشے مجھے باغ جناں میں

غواص خیال آب دُرِ شہوار دکھا دے | ہر رنگ سخن ایک گہر ناب بتا دے

پھول اُس کو نہین کہتے کہ مہکے نہ دکان سے
اظہار ہو خوشبو کا پھولا رے کی زبان سے

موصوف وہی ہے کہ صفت اُس سے ہو موصوف
موصوف کے افعال صفت سے ہین مستطوف

عاشق اُسی کو کہتے ہین کہ الفت سے ہو مالوف
ورنہ یہ مثل سب مین ہے مشہور و معروف

ماں بچے کو اپنے کبھی جدا نہین کرتی
کولن بھی وہی کہ کبھی گھٹا نہین کرتی

توصیف کی جائے جو موصوف کے بر رو
موصوف نجس اُس کا ہے اوصاف ہین بدبو

محمول خوشامد سے اُسے کرتے ہین خوش خو
اکثر یہ لکھا کرتے ہین موصوف و صفت کو

اک تیر خط لگتا ہے سوفار دہان سے
سنتا جو بلیغ آپ کو تیرو کی زبان سے

سنجیدہ مزاج ان کو نہین کہتے ہین عاقل
جو داد سخن جا ہنستے ہین بہ سر محفل

اظہار کیا کرتے ہیں بیجا جو مشاغل	سو ڈھونڈھ دیکھے سو تعریف مذمت ہی پر خلل
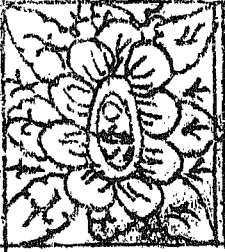
غفلت میں جسے وصف سمجھتے ہیں وہ ذم ہے
آپ اپنی مذمت کی حماقت یہ کیا کم ہے
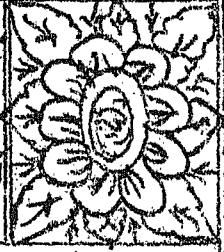
انسان وہی ہے کہ سر عجز جھکائے	دلدار وہی کہ خودی خود سے بھلائے
اعلیٰ وہ دماغ اوس میں تکبر نہ سمائے	کامل وہ سخن سنج کہ توصیف بنا ہے
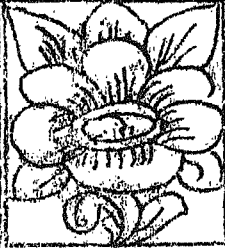
حاجت نہیں کہنے کی بھلا ہے یا برا ہے
پرکھیگا اوسے جوہری جوہر جو کھرا ہے
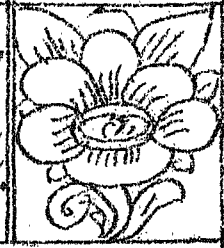
جو عقل و شرافت ہی تکبر سے ہو مفقود	اس سے ہے عزازیل سے ملعون بھی مردود
اس سے ہی تہ خاک ہیں شداد و نمرود	کی راہ نجات اسنے ہے فرعون پہ مسدود
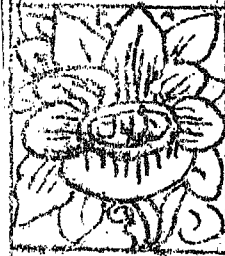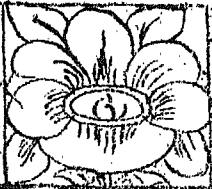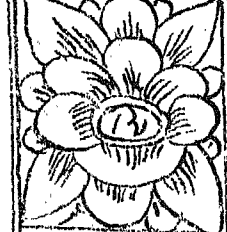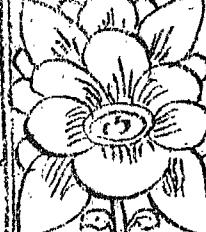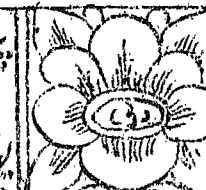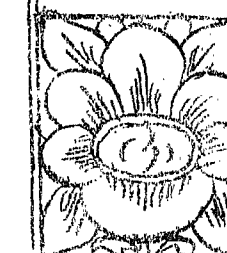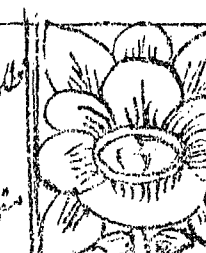
برباد کیا تخت کیان کو بھلا اسنے
کیا کیا نکیا کام جہان میں برا اسنے
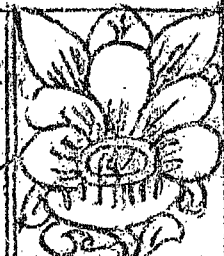
قربان اس ارشاد کے کی خوب نصیحت	آپ اپنی صفت کرتے ہیں غیروں کی مذمت
کہتے ہیں نہ کہو گے تو نکلے گی سفاہت	گر لاکھ چھپاوگے چھپیگی نہ خفت ۱

ہاں خوب سمجھکر سر قرطاس قلم رکھہ

ہاں بحر طبیعت کہ ہے معراج سخن کی
صف بستہ کھڑی ہے اب افواج سخن کی
اٹھ جائے ابھی بحر سے امواج سخن کی
بالائے فلک جو پہنچے صدا آج سخن کی

وہ چھیڑ ترانہ کہ ہو غل صل علیٰ کا
سیارۂ فلک آج ہے محبوب خدا کا

شب کہ پہاڑ وحشت چھپا نیر اعظم
ہوشیار ہیں ملائک کے گروہ درپئے زاہم
ہنگامۂ شیاطین کا ہوا درہم و برہم
بالائے فلک جاتے ہیں مختار دو عالم

پردہ نہ رہا میم کا احمد و احد میں
پہنچا نہ کوئی اس گرد کی حد میں

ایک چادر ظلمت میں جہاں لپٹی تھی ویرانہ
دانا تھے محو خواب تو بخواب تھے نادان
اور دامن غفلت میں ہر ایک جسم تھا پنہاں
جنات تھے بیدار نہ انسان تھے حیوان

ظلمت میں ابھی آیا تھا قمر تھا نہ جلا تھی
مشکیں تھے اوس شب کا فقط بالا قبا تھی

کیا رات سہانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی
اپنے سے بیگانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی

احمق یا دیوانی تھی کہ پھر پھر سکے نہ آئی
واللہ وہ سہانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی

رحمت کا وسیلہ تھی شفاعت کا سبب تھی
شب گشت ادہی شب میں تھی سلطان عرب کی

عالم پہ جو ظلمت تھی وہ تھا پردہ اخفا
چھوٹا ہوا بوجہل تو صدیق ہوا سچا

عادل ہو عمر شرم میں عثمان ہو یکتا
فیاض علی ابن علی سید شہدا

ہاں صدق کہیں عدل کہیں شرم بٹی تھی
کیا نقد رقم محکم مقدر میں پٹی تھی

جرأت میں لاثانی سخاوت میں تھی یکتا
ہمشکل ولایت میں شرافت میں تھی یکتا

سلطان دو عالم تھے پہ غربت میں تھی یکتا
بس چلنے پہ مظلوم شہادت میں تھی یکتا

ہیہات کے تھے پیاسے تھے گرفتار بلا تھے
امت کے شفیع اور تہ تیغ جفا تھے

ہر حرف شکایت نہ زبان پہ کبھی آیا
گھر بار لٹا اور غم فرزند بھی کھایا

اس شب میں بلاوا جو تھا وہ عین سبب تھا
رحمت تھی وہاں شب میں یہاں ذہن غضب تھا

بیدار ہوئے خواب سے جب سرورِ عالم
اک نور دیکھا فرش سے تا عرشِ معظم
انوار وہ اسرار جلو ریز تھے باہم
جبرئیل امیں نے با ادب عرض کی اس دم

سرکار ہیں آج آپ کے آمد کی خبر ہے
مشتاق تو محبوب کا منظورِ نظر ہے

فرزدہ یہ سنا کر کے رسولِ دوسرا کو
پہناتی عبا نور کی خورشید لقا کو
پھر برق مجسم بٹھایا جو شہا کو
غل تھا کہ لو فانی سے چلے دار بقا کو

جلسہ میں ملائک کے سواری تھی نبیؐ کی
یہ شوکت و حشمت نہ سلیماں کو ملی تھی

انسان کی صورت تھی وہ حیوان کا پیکر
اشتر کی سی گردن تھی تو قامت میں تھا خچر
جوں برق خراماں تھا جو پے پر سکے وہ ٹھہر
نکلتی تھی ہوا اوس کی دم سرو بہر بہر کر

نسبت تھی اسے [illegible] سے

آگے بڑھے رہنما تھا الٰہی کوس نظر سے

راکب میں جو اعجاز تو مرکب میں کرشمہ
یہ بحر رسالت تو ہدایت کا وہ چشمہ
یہ حجت خالق تو نبوت کا وہ شمہ
تو عورت کی ادا سے بجا لایا وہ ذمہ

جو راکب و مرکب سے عیاں جلوہ گری تھی
ظاہر تھا کہ قبضے میں سلیمان کے پری تھی

اس شوکت و حشمت سے چلی جب کہ سواری
غل تھا یہ حرم میں کہ چلی باد بہاری
اقصیٰ میں پکارا تھا کہ ہیں حجت باری
سرچشمہ مذاہب کے ہوئے آس ہماری

خالق کے سوا تھا نہ پتا ارض و سما کا
اس وقت بنا نور رسول دوسرا کا

واحد کا یہ سایہ ہے خلف فخر سلف ہے
موسیٰ کا یہ سرتاج ہے عیسیٰ کا شرف ہے
قرآن ہے گواہ مصحف ناطق کا خلف ہے
یہ آیت ہے آمد کی خبر چار طرف ہے

آدم سے تھے ابھی طین بین اور آپ نبی تھے
طرفہ کہ پسر تھا نہیں جب باپ نبی تھے
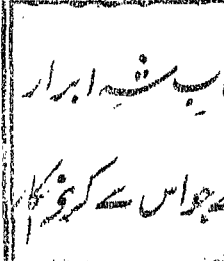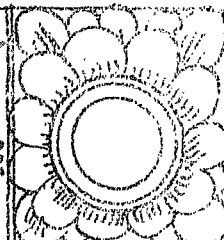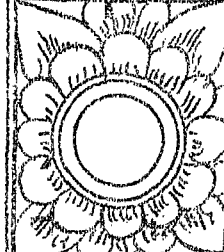
مسجود ملایک اگر انسان تھا تو یہ تھا | جو شوکت و حشمت میں سلیمان تھا تو یہ تھا

گر نوح کی کشتی کا نگہبان تھا تو یہ تھا | یوسف کے اگر حسن میں نہان تھا تو یہ تھا

ہر عہد میں جو رتبۂ معراج بڑھا ہے
خاکی بھی بنا تو سر افلاک چڑھا ہے

گر حرف دوئی شان احدی میں نہیں ہے | اس سا بھی کوئی سارے خدائی میں نہیں ہے

دو احد سے تھے گر دو وصل و جدائی میں نہیں ہے | مذکور یہ داود و نسائی میں نہیں ہے

بر سو کی عبادت میں نقط ایک ہی سے تھے
یان رات میں مرکز و محیط ایک ہی سے تھے

وان شان کونین یہان سید لولاک | وان پانچ اولو العزم یہان پنجتن پاک

وان چار مقرب تھے یہان صاحب ادراک | محکوم وہ خالق کے اطاعت میں یہ چالاک

کیا فرق بجز میم ہے احمد و احد میں
یہ میم بھی تسلیم ہے احمد و احد میں

آنکھوں میں جو پھرتا ہے وہ شہنشاہ سرافراز | روشن سے کیا آنکھ کا اکرام و اعزاز

پھر جانب افلاک جو رفرف کی پرواز | تھا ہر خطا کہ کنجشک لیے جاتی ہے شہباز

ہمت نے وہاں دامن لولاک پکڑ لی
جبریل نے بھی خوف سے فتراک پکڑ لی

ہر گام پہ سبقت تھی اسے پیک صبا سے | وہ تیر اڑا جاتا تھا شست دعا سے
تندی میں بڑھا جاتا تھا وہ سرد ہوا سے | ہر اوج میں بالا رہا وہ فضل خدا سے

شبدیز کہیں برق کہیں اور کہیں باد
ہر جائے نیا رنگ بدلتا تھا پری زاد

وہ خاک سے گذرا پہ اسے گرد نہ پہونچی | وہ آب سے گذرا پہ اسے نم نہ پہونچی
وہ باد سے گذرا پہ ہوا سرد نہ پہونچی | وہ نار سے گذرا اسے لو بھی نہ پہونچی

راکب جو جہاں میں شہ ابداع ہوا تھا
ہر کرہ میں مرکب سے انواع ہوا تھا

کیا حکم لگاؤں کہ وہ ہیں آذن کے خالی | پہونچے نہ وہاں اسپ تصور و خیالی
ہر دو ہیں مقابل میں ضروری کے مثالی | راکب جو جلالی ہے تو مرکب ہے جمالی

کیا کسب کرے فکر وہ سیار فلک سے
حالانکہ بجا ہوش نہیں جن و ملک کے

حیران ہوں کہوں کیا کہ نہ تشبیہ نہ تطبیق
نہ صاحب احکام ہوں نہ منکر تصدیق
سرگرم حقیقت میں ہوں ہوتی نہیں تحقیق
اتنا تو کھلا بعد بہت غور و تعمیق

عالم متحیر ہے وہ صنعت ہے خدا کی
معراج ہے تصدیق رسول دوسرا کی

مدرک نہیں ادراک میں وہ صاحب اوصاف
محسوس اگر صورت آئینہ شفاف
منقول میں مبہم ہے تمیز اوسکی نہیں صاف
مدرک نہیں معقول کہ اسکو کرے اصناف

یقینی ہیں یہ معقول کہ معراج نبی ہیں
سکان سموات کا یاں ذہن غبی ہے

کیا نفس مجرد سے تکمیل تصور
کیا خاک کرے ذہن یہاں صدق تقرر
کیا نسبت مسکین کو کیا قطع تناثر
حسرت رہی حکما کو تحقیق کو تحیر

وحدت میں فراق تھی حصولی و حضوری

بیان رات مین اک ہو گئی کیسی صدرری

کیا فکر رسا کر سکے مجہول کی تحصیل
جب اہل نظر بیٹھے نہ کی معروف کی تکمیل

تسکین متصور کو نہ معقول کو تفضیل
جب غور سے دیکھا تو ترادف ہے نہ تفصیل

بیان غور مکان پر کہ تمکین ہے یا نہیں ہے
الا کے سوا اوان نہ مکان ہے نہ تمکین ہے

کیا نقل مطالب مین کرے ذہن مبادی
مافوق تعقل ہین اوامر و نواہی

موضوع نہ محمول نہ جزئی نہ مساوی
امکان بشر یا سکے کب اسرار الٰہی

مانا یہ کہ خورشید سے پر نور قمر ہے
کیون مہر منور ہے کچھ اسکی بھی خبر ہے

ہان حضرتِ منطق کہو قانون سکھا دے
دکھلاؤ تو معقول کے جیسے حوالے

مشفق نہین کام اسے یہان شاید پہ رسا
آئینہ خاطر سے کدورت جو نکالے

تصحیح کرے خاک کہ وہ آپ غلط ہے
لیتا اسکو دیکھی کہ طوفان مین ہر لیا ہے

جب امر بتغییر تمنا ہی ہے مسلسل
کیا الف مولف ہو موشح و مدلل

کیا جو ہر فردا کی کرے جوہر سے مکمل
منطق نہ سکے جسکو شرح و مفصل

جو دور و تسلسل ہے وہ کیا نقل نہیں ہے
منطق میں مگر نام کو بھی عقل نہیں ہے

اجزای کثیرہ کو جو منطق نے دی ترتیب
دعوی یہ کیا تھا کہ صحیح اسکی ہے ترکیب

تقریب مرام اس کو کہا اور اسے تہذیب
بات شب میں ہوئی طالب مطلوب میں تقریب

معلوم و معارض تو نہ خاک پڑے تھے
اب موںھ نہیں آتے تھے بہت موںھ پہ چڑھے تھے

منطق سے صدا نکلا جو پیمانہ تھا لبریز
معقول یہ چلتا تھا براہین کا شبدیز

تھا تیز بہت صاف میں کا طبیعت کی تھی مہمیز
یہ دیکھکے منطق نے بھی کی سیف سنان تیز

نعرہ یہ کیا عرصہ حجت میں کہ خاموش
کیا مغز خراشی ہے اد احسان فراموش

بچتا بھی جہاں میں نہ ملیگا کوئی سے پیر
جو محسن و مشفق کو ہی کھینچے نہ شمشیر

تھیں شیعوں کی تھی تالیف نہ تقریر
تصدیق کے امثال نہ صور کی تصاویر

ہین سخن پھیلائی کی وسلے تو بیتے دغا کی
ہاں سخت خطا کی جو کہ حسن پہ جفا کی

خالق کو کہا ہین نے بھی ستار و غفار
وہ مظہر شرع دو عالم کا ہے مختار
تسلیم کیا نبوت کی جناب شہ ابرار
مردود و ملحد ہے جو اس سے کرے انکار

کیا ضد ہے ہین سب پہ کہ یہ کلام صاف نہیں ہے
مشکل یہ کہ تم لوگوں میں انصاف نہیں ہے

ہاں کس واجب میں کیا کس نے ہے تفریق
کس قسم کے باطل سے ہے انکی تصدیق
اور کس نے دیا مظہر اعجاز سے تطبیق
کس چیز نے کی مذہب اسلام کی تحقیق

منطق کو جو سمجھے ہین رہ راست سے بھٹکے
عقل ان کو چھوئی اور نہ کبھی پاس پھٹکی

تو جس جہاں پہ تھے فنا انکے صدہا جوق
وہ کون تھا تسلیم کا پہنا یا آہنین طوق
تقریر منافق کی نہ کی کر کے بصد شوق
سب کیا امکان بشر سے ہے یہ فوق

علامہ کسی سے بھی وہ کب بند ہوئے تھے
ہاں مہر تعقل سے تو لب بند ہوئے تھے

ثابت قدم اُس جا پہ رہا پائے تعقل
الحاد کا تھا شور عقاید میں تزلزل
عابد کو تنزل تھا عبادت میں تساہل
صف آرا منافق تھے بشوکت و تجمل

اُس عہد پر آشوب میں حملہ تھا عجم کا
تائید خدا کی تھی و منطق کا قلم تھا

واں سیف زبانی تھی یہاں رطب لسانی
واں جان فشانی تھی یہاں عذب بیانی
واں نقش نہانی تھا یہاں لطف سبحانی
ظاہر میں وہ فانی تھے یہ تھے غرق معانی

معقول کی عزت فقط اس سے ہی بڑی ہے
مذہب کی سپر ہو کے وہ لاکھوں لڑی ہے

گر آپ کو شک ہو جو کہ منطق کی تالیف
منطق کو اٹھا دیکھئے تھوڑی سی اک تکلیف
تحریر سے اسحاق کی حنین کی تصنیف
ان لوگوں نے منطق کی تو دل سے کی توصیف

یوں لکھتے ہیں وہ سب کے منطق کا حوالہ

اسلام کا دنیا میں سرانجام نہ ہونا

اس بےپیر ریاکار سے اللہ پناہ دے
اس ظالم و غدار سے اللہ پناہ دے

اس ساحر مکار سے اللہ پناہ دے
اس مرتد و غدار سے اللہ پناہ دے

اللہ نہ دکھائے کہ ہے نسناس کی صورت
ہے کیا یا ذوی الفہم کو خناس کی صورت

محجوب ہوا پردہ حاجب جو ہوا دور
اب آنکھ کھلی جاتا رہا آنکھ سے جب نور

کروٹ لی جراحت سے ہوا جب بدن چور
اب ہوش میں آئے کہ بنا زخم کا ناسور

جب سہم تکلم سے کیا چھلنی بدن کو
اب نزع میں پہنچے ہیں کہیں شعر سخن کو

متعارض دلائل ہی تو پارینہ ہیں اوراق
اور قالب مضمون کی طاقت بھی ہوئی طاق

منطق سے بچھڑے ہیں سبھی فہم و شقاق
کر ٹوٹ گیا طلسم یونان و اشراق

ہے پاس کہ دفتر ہیں پھٹے نظم و نسق کے
باطل جو ہیں منکوب ہیں اور اوج ہیں حق کے

جو بندۂ احسان تھے سو وہ ہو گئے مجنون | آوارہ ہی اسحاق تو دیوانہ ہے مامون

آزاد ہوئے دام ردو مین جو تھے مرہون | [illegible] تھا پراگندہ ہوا صورت مجنون

یاور ہے کوئی اور نہ کوئی پشت پناہ ہے

جس گھر سے بنا علم عمل کی تھی تباہ ہے

ہے یہ یاس سے مطلق کو کہ چہرہ ہی ہوا زرد | ہاتھون سے جگر تھام کے روتا ہی وہ ہمدرد

اور سو فلک دیکھ کے بھرتا ہے دم سرد | وہ بین کہ نالان ہین پس پردہ زن و مرد

جو تخم کہ بوئیگا وہی پائے گا ہر بار

جو بات کہ حق ہے وہ ہے خاطر پہ گران بار

ہم سمجھے کہ مقتول کوئی دم کا ہے مہمان | تجہیز و تکفین کا مہیا کرو سامان

مامون و مقتول دو قالب ہین تو اک جان | مامون کا او بھر دم چلا اور اس کی ہی جان

اسکا جو یہ پالا ہے تو اوس کا وہ نوازا

نکلیگا پس و پیش ہی دونون کا جنازا

لیکن یہ تو زندہ ہے مگر یار کو مارا | اس کافر مطلق نے تو دیندار کو مارا

اس پیر نے تو صاحب تلوار کو مارا — اس بانیِ شر نے شہ ابرار کو مارا
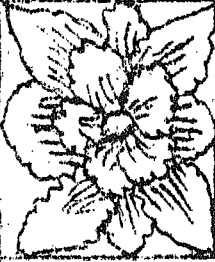
مامون ہی نہ تخت ہے نہ تاج و علم ہے
اسلام میں موجود ابھی شوم قدم ہے
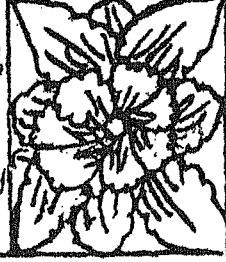
حالت یہ ہے کہ تو نے بھی ای پیرِ دغل باز — اسلام کا انجام ہوا الحاد کا آغاز
کنجشک سے کنجشک ہے شہباز سے شہباز — خالق نے کیا پست کسی کو سرافراز

جاتی ہے صدا کوس ظفر کی کئی کوس
وہ کون ہے ملتا جو ہے ہر دم کفِ افسوس
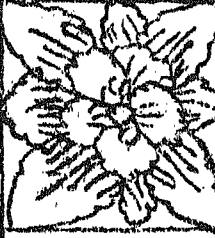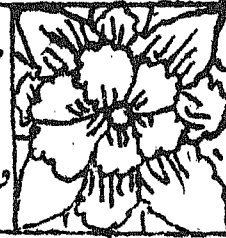
ہر طعنِ سنان سے کھلا منطق کا ہر اک بند — یہ غیظ و غضب دیکھ کر منطق کا تھا دم بند
اب عرصۂ حجت میں نہ جدول تھا نہ دربند — چھپتے تھے پس پشت سپر سیف سر افگن
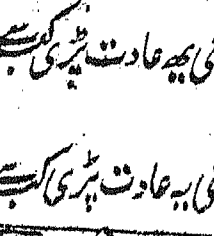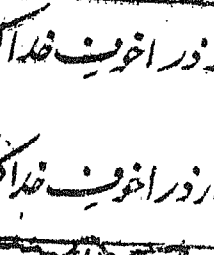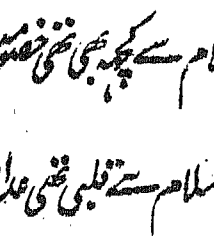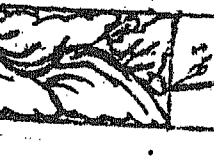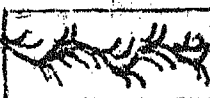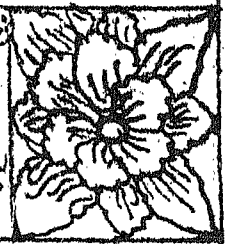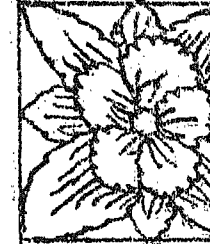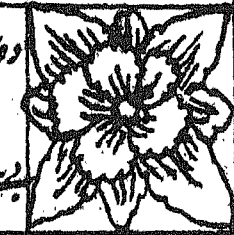
حالت تھی دگرگون مگر اپنی کو سنبھالا
اس پیر نے پھر پیٹ میں پاؤں نکالا

بے تلخ زبان مجھ سے کہا باتیں بے پیر — خواہی و نخواہی ہو تو ہوتا ہے گلوگیر
کیا میری خطا ہے وہ ہوئی کونسی تقصیر — کس میں ہے سوا حد سے کی تحریک پہ تحریر

حامی مرے کیا صاحب بیان نہین سے تھے
مامون و اسحاق مسلمان نہین سے تھے

بے پر کے اڑانیکی یہ عادت پڑی کب سے
لوگون کو چڑہا لینے کی یہہ عادت پڑی کب سے

دو باتین بڑہانے کی یہہ عادت پڑی کب سے
آپس مین لڑائی کی یہ عادت پڑی کب سے

کیا فتنہ طبیعت ہی شر انگیز و شرربار
یا تو ہمین لڑا دیتی ہی دو تین کو ہر بار

ای طفلِ جفاکار ذرا خوفِ خدا کر
ای شکلِ دل آزار ذرا خوفِ خدا کر

ای حیا بہرہ مکار ذرا خوفِ خدا کر
ای ظالم و غدار ذرا خوفِ خدا کر

انسان جو بے شر ہو وہی نیک ہی مشفق
لاکھون مین کرورون مین وہی ایک ہے مشفق

گر عہدِ گذشتہ کی یہ کرتے ہو شکایت
معقول کے پردے مین سب انکی تھی شرارت

منطق کو نہ اسلام سے کچھہ بھی تھی خصومت
جن لوگون کو اسلام سے قلبی تھی عداوت

سمجھے نہ عبارت کو گو وہ اہل زبان تھے

خارج ہیں کیا غور وہ لازم ہیں نہاں تھے

معقول و شمسی تھے بھم سیت و گریبان
طرفین سے کوشش تھی کوئی ایک ہے بیجان

کٹا تھا سخن سیف بلاغت سے ہر آن
ہر طعن سنان کرتی تھی بند تن کو پریشان

شمشیر رگ حجت قاطع جو مسلم تھی
بس صورت حجت جو وہاں پہنچی قلم تھی

وہ سیف زبان کرتے تھے ہر پہلو سے حملا
پیکان تکلم کا برس جاتا تھا جملا

جب کوبت سخن پڑتے تھے ہو جاتا تھا گھلا
مشغول حرب میں تھے وہ بس کلمہ بکلاب کا

ہر اک کو یہ فکر کہ اس کو کرو مغلوب
تھا زمیں ہوں چار ہیں یہ سب ہیں ہو مجوب

دوران تقریر میں پلٹ جاتے تھے شبدیز
حجت کی کھنچی باگ الٹ جاتے تھے شبدیز

جب طعن کیا بڑھ کے تو ہٹ جاتے تھے شبدیز
چل جاتی تھی جب سیف تو کٹ جاتے تھے شبدیز

وہ سیف زبانی کہ چھپی اس میں قاف
بے سر تھے پرے حرفوں کے مضمونکی صفیں صاف

تھم تھم کے لپٹ جاتے تھے خونریز خیالات
رگ رگ سے کے چمٹ جاتے تھے خونریز خیالات
رہ رہ کے چپٹ جاتے تھے خونریز خیالات
دم لے لے کے بٹ جاتے تھے خونریز خیالات

تیغے جو نکالے ہوئے دو سانپ لیے تھے
یہ خوف ہوا سب کو کہ مونھ ڈھانپ لیے تھے

لڑتے تھے نیستان سخن میں کھڑے دو ببر
اس عزم و بالجزم سے ہوتی تھی الٹ پھیر
ہر پنجہ زبردست پلٹ کر کے بنا تیر
دندان مشدد سے پس و پیش لگی ڈھیر

وہ ضرب چلی کہ نفی اثبات سے کٹے تھے
بے سر تھے سخن نقش مضامین کے بٹے تھے

چہرے سے تھے ظاہر غضب و غیظ کے آثار
تکتے تھے وہ مونھ کو نظر حیرت سے ہر بار
ناگاہ یہ ہوا غل کہ خبردار خبردار
بالائے فلک سے پہنچ گئے احمد مختار

دیکھو تو کہ خورشید مقام قمر آیا
حیرت یہ ہوئی رات تھی پر دن نظر آیا

فرزند پدر سے ملا اور نور رجب سے
دلبند ملا سینے سے اور لخت جگر سے

وہ صادق الاخبار ملا پیک اجل سے | آدم ہین خجل گریستہ جن و بشر سے
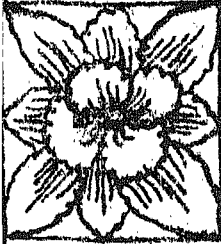
یہ نور نظر راحت جان فخر سلف ہے
آدم کا ہے سرتاج تو حوا کا شرف ہے
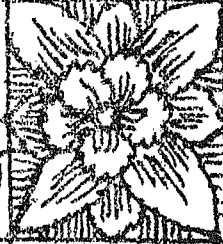
دو داغ آدم کے جبیں و راس نمودار | جانتے تھے سپید ایک ہے اور ایک بدکار
راہ ایک کی جاتی تھی در جنت گلزار | اور ایک سیہ کارون کو لے جاتی تھی فی النار

دنیا مین جو پوچھو تو مہلت ہے اجل کی
پوری جو ہوئی یہ تو ہے پاداش عمل کی
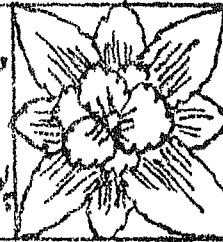
جو چاہے کرے چند نفس کی ہے مہلت | نیکی یا بدی ظلم و ستم خلق و مروت
خاطر و مدارات عداوت و خصومت | یا زجر و اہانت و تکبر یا اعانت
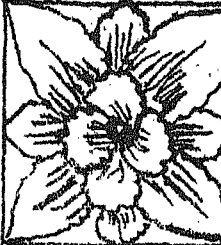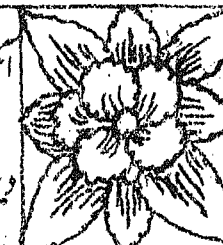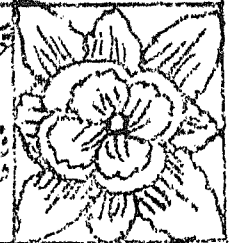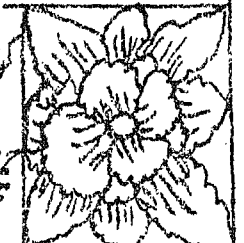
آخر یہ عمل ساتھ ہے اچھا یا برا ہو
دینا ترے پاس ہے کھوٹا یا کھرا ہو

ہر پر آشوب رہ سنج و محن ہے | ہر شکل خزان دیدہ ہو وہ غنچۂ چمن ہے
جو قامت تو خمیدہ وہ پیرہن ہے | قصر اس کا اگر گور تو ملبوس کفن ہے

جو طبل و علم رکھتے تھے بے نام و نشان ہیں
احباب جو کل بستے تھے وہ آج کہاں ہیں

یہ حرباصفت رنگ بدلتا ہے ہر اک آن
ہوتی تھی جہاں بزم طرب وہ ہیں سنسان
کھنڈر پڑے ہیں وہ جہاں بستے تھے انسان
جو زینت عالم تھے مکان اب وہ ہیں ویران

اڑتی ہے وہاں خاک جہاں طبل و علم تھا
مسکن ہیں درندوں کے جہاں جاہ و حشم تھا

محصور نفس جب کہ ہوا دار فنا میں
خواہش کا تقاضا ہے کہ رہ فکر غنا میں
ممزوج عناصر ہیں ارض و سما میں
تاکید اجل کی کہ تو ہے دست قضا میں

خواہش کی یہ ترغیب ہے کر فکر تو زر کی
کہتی ہے قضا آکے پناہ مانگیو گھر کی

کیا قدرت خالق کا عجائب ہے تماشا
غافل سمجھ جہاں تو ہے چند نفس کا
ہر شخص کو دیتی ہے صدا موت ادھر آ
جو آج گھر بسے ہیں انہی کل گور میں ہو گا

تری جو اتارے ہیں وہی مٹی کرینگے

جب جبین پر پڑیگا تجھے مٹی مین دہرینگے

یہ دہر پر آشوب ہے مکار ہے غدار
دنیا ہے نیا داغ یہ دلسوز دل آزار

پلے جو پڑا اسکے نہ جانبر ہوا زنہار
ظاہر مین تو محبوب ہے باطن مین ہے خونخوار

جو کچھ کہ ہو دست جانکا بہر عاشق زر ہے
دشمن ہوئین تیرے لاکھ یہ وہ بانی شر ہے

جو طالب زر ہین نہین ملتا انہین آرام
حرص و طمع و ہوس کا بیمار رہتا ہی سحر شام

روتا ہے تو پیسے کا وہ دولت کا ہی کہرام
دنیا سے غرض اونکو تنگی سے نہین کام

کوڑی اگر ناحق اور پیسے ہین تیرے پاس
چمڑی تو چلی جائے کہین جائے نہ دمڑی

جو مال پہ ہین وہ ہین بہ ننگ فنا موس
زندان غم و رنج و محن مین وہین محبوس

رگ رگ مین بھری حرص و ہوا اشتر منحوس
ہر بار فساد اوم ہوس زینت ملبوس

جب آئی اجل دولت و دنیا یہ ہے سب ہیچ
استغفار فرشیا ستکا ہر اک ہیچ ہے پیچ

رفتار زمانے پہ کریں آپ ذرا غور ۔۔۔ یکساں نہیں رہتا ہے زمانے کا سدا دور

اسکے ہیں نئے رنگ نئے ڈھنگ نئے طور ۔۔۔ کل کچھ تھا تو کچھ آج ہے کل ہووےگا کچھ اور

ڈھونڈھو جو قدیموں ہیں سے اب کوئی نہ ہوں گے

وہ آج نہیں ہیں چلو کل ہم بھی نہ ہوویں گے
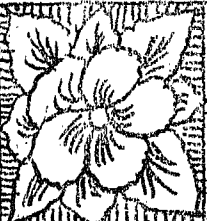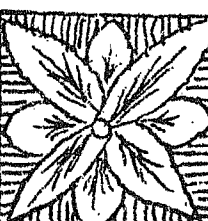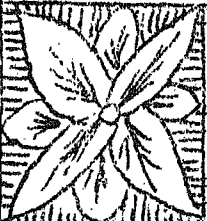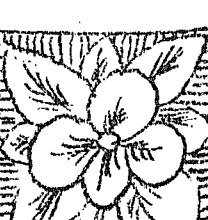
کرتا ہے سفر یاں سے یکے بعد دیگر ۔۔۔ مرتا ہے پدر کل تو پسر آج برادر

روتا ہے کوئی خون کہیں خاک ہے بر سر ۔۔۔ کس طرح سے بے خوف ہیں ہم اللہ اکبر

مرتا ہے مرے حرص و ہوا کم نہیں کرتے

لمحے سے زیادہ کبھی ہم غم نہیں کرتے

ہم کرتے ہیں مرنے کا جوان مرگ کے ماتم ۔۔۔ اتنا بھی سمجھتے نہیں وہ آج تو کل ہم

سامان اجل اپنا بھی ہوتا ہے فراہم ۔۔۔ ہمدم جو چلے آج نکل جائےگا کل دم

کچھ خوف و خطر موت سے واللہ نہیں کرتے

ہم دست طمع کو کبھی کوتاہ نہیں کرتے

آتی ہے صدا گور سے تخت نشین سے ۔۔۔ کہتی ہے تمنا کہ شہ تاج و نگیں ہم

حسرت کا بیان ہے کہ وہ اب زبیدہ بین ہے | کہتی ہے قضا ہان تھا مگر تجھ نہیں سے

حاکم جو قضا کے تھے وہ ہین پلے قضا کے
بگڑی ہوئی صورت ہے طپانچون سے قضا کے

ہنستی ہین جو آئی تو ہوے چاند اجالا | تھے تو ر نظر باپ کے اور ماں کا نظارا
دکھا کہا کے بلی لال یہ سونے کا نوالا | بیچین ہوے یہ تو ہوا گھنٹہ دبالا

ماں آنکھیں بچھاتی تھی جو چلتے تھی اکڑ کے
اب گور مین لائی ہے انہیں موت پکڑ کے

کرتی تھی دعا ماں یہ شب تسمیہ خوانے | سر سبز رہے لال کا ہو باغ جوانے
اک چاند سے دولہن کو بیاہ لائے پیا تی | اس دن کے لئے منتیں کیا کیا نہیں مانی

اس لالی کی دنیا مین سدا جلوہ گری رکھ
مین کوکھ جلی ہون تو مری گود بھری رکھ

الحمد للہ کہ ترو تازہ ہے گلزار | الشکر کہ شاداب ہوا چہرۂ گلنار
الفضل کہ سر سبز ہوا سبزۂ رخسار | حسنت لولی نخل جوانی ہوا پر بار

پہروان چڑھا لال کیا فضل خدا نے
بر لایا تمنائے دلی نخل دعا نے

سلطانِ سلاطین ہے اور مالکِ اقلیم
زیبندۂ اورنگ ہے اور زینتِ دیہیم

پھر مرجعِ خلق اللہ ہے اور قابلِ تسلیم
ذی عزت و توقیر ہے اور واجبِ تعظیم

کیا غم ہو کہ دولت مین ہے فارونکی ہمسر
حشمت مین سلیمان ہے تو شوکت مین سکندر

اسبابِ طرب عیش و نشاط انکے لئے تھا
نغمہ و دف چنگ و رباط انکے لئے تھا

پیراہن بہجت و لباط انکے لئے تھا
ہر موسم و ماہ شباط انکے لئے تھا

ہر جشن خوشی عشرتِ جمشید ہوا تھا
ہر رات شب قدر تھی دن عید ہوا تھا

تھی بزم نشاط آرا جوان مہوش و گلفام
شورِ بدہ سر آوردہ و دارفتہ و بدنام

سرشار تھی مست تو شیدائے دلارام
جز بادہ پرستی کے نہین انکو کوئی کام

ہر سر مین خموشی تھی ہر اک تھا مدہوش
حاضر کی یہہ حالت تھی کہ غائب تھی فراموش

جز بادہ کشی اون کو نہ تھا شغل کوئی اور | کرتے تھے مئے ناب کا احباب جہان دور
خدشہ نہ اونہین آج کا فردا پہ نہ کچھ غور | مجنون کی سی حالت تھی تو دیوانون کے تھے طور

جس دوش پہ شیطان ہو اوسے گوش نہین ہے
کیا پند سنے وہ کہ جسے ہوش نہین ہے

کہتا تھا نصیحت کی اگر کوئی نکوکار | ہو جاتے تھے اوس یار کی صحبت سے بیزار
ہوتا تھا وہ زندان عقوبت مین گرفتار | محبوس مین حرم ہوتے تھے لٹ جاتا تھا گھربار

سب ہین زن و فرزند مسلسل بہ سلاسل
اک بات کہی کیا کہ قیامت ہوئی نازل

اوس ناصح مشفق کی فضیحت کی سراسر | محبوس ہوئے سب زن و فرزند و برادر
سب پر شر احوال ہوئے قتل وہ یکسر | اس جرم مین ڈھیلا نہ رہا گھر کی جگہ پر

اوس تلخ نصیحت سے غضب گھیر لیا تھا
کج فہم نے اوس جا پہ ہل پھیر دیا تھا

مشغول رہا کرتے تھے عیش و طرب مین | بڑھتا تھا قدم روز ہ حرص طلب مین
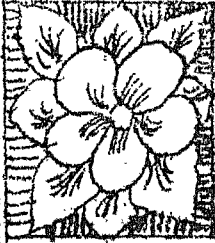
ناگاہ گرفتار ہوئے قہر و غضب مین | داڑون ہوا بخت پھنسے جانشین قلب مین

غفلت مین اجل آ گھڑی از خود ہوئی رفتہ
لے آئی بقا تا بہ فنا دست گرفتہ
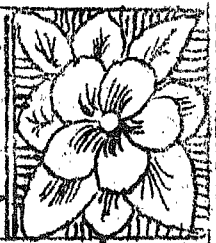
ناگاہ قضا آکے ہوئی اونکی گلوگیر | تدبیر و علاج اور دوا نے نکی تاثیر
تشخیص جہانتک کی وہ الٹی ہوئی تدبیر | پر خشم و غضب نے اوسی وقت کی تقدیر
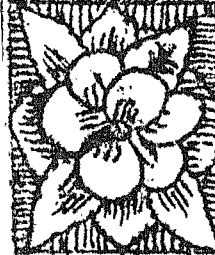
وہ شوکت و حشمت ہے کہان آج او بدخو
کہان ہین جو گراتے تھے پسینہ پہ لہو کو
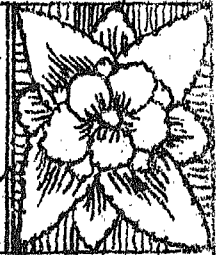
وہ جاہ و حشم افسر و لشکر ہی کہان آج | وہ تاج و نگین خلعت پر زر ہی کہان آج
وہ ملک کدھر ہین وہ مظفر ہی کہان آج | کیا ہو گئی وہ زینت سر ور ہی کہان آج

کل مالک اقلیم تھا اور شاہ زمن کا -
صد حیف کہ وہ آج ہی محتاج کفن کا

بس عالم تمثال سے اب لکھ چکا امثال | دکھلا دیا اس دہر پر آشوب کی سب چال
پر عالم تمثال مین مین بن گیا تمثال - | اللہ کرے خیر کہ ابتر ہے مرا حال

قابو مین نہ دل ہے نہ زبان ہے مرے بس مین
آیا ہے بڑہاپا مجھے تیئس برس مین
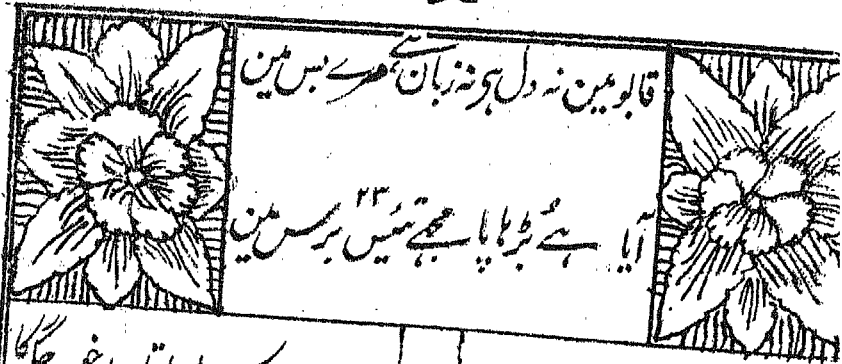
اندام مین رعشہ ہے لرزتا ہی سراپا
ڈہل ڈہل کے بہا جاتا ہے اب خون جگر کا

مونہہ بالا ہو سر گالا ذرا دیکھو تماشا
اکسان مجھے آیا ہے جوانی و بڑہاپا

اب شمسہ کچہہ جینے کے آثار نہین ہین
ظاہر ہے کہ یہ بچنے کے اطوار نہین ہین

واسطے سند یادگار کے
کہ یہ کتاب مطبع کی ملکیت
عزیز دکن کی ہے لہذا مہر مطبع
ثبت کیگئے

تمّت

الحمد للہ والمنہ درین ایام فرخندہ فرجام کتاب لاجواب از تصنیف منیف طوطی شکرستان بلاغت و عندلیب گلستان فصاحت اعنی جناب معلی القاب مولوی شفقت حسین عرف ابو المحاسن متخلص شمسی ادام اللہ فیضہ مسمی بریاض شمسی از اہتمام خادم العلما ناچیز جہان محمد علیخان در مطبع عزیز دکن واقع چہتہ نواب مختار الملک مرحوم مطبوع گردید

اطلاع کوئی صاحب بغیر اجازت مصنف کے قصد چہاپنے یا چہپوانے کا نہ فرماوین